درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

عام لوگوں کے ساتھ رحم دلی کا بیان

حدثنا ابن أبی عمر ثنا سفیان عن عمرو بن دینار عن ابی قابوس عن عبداللہ بن عمرو قال: قال رسول اللہ ﷺ "الراحمون" یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحکم من فی السماء۔ الرحم شجنة من الرحمن فمن وصلھا وصلہ اللہ ومن قطعھا قطعہ اللہ .... ھذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والے جو ہیں انہیں پر رحمٰن (بے حد مہربان ذات) رحم کرے گا۔ رحم کرو تم زمین والوں پر، رحم کرے گا تم پر آسمان والا۔ رحم مشتق ہے رحمٰن سے۔ پس جس نے (رَحم) کو ملایا، اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت) سے ملا دے گا۔ اور جس نے اس (رِحم) کو قطع کر دیا اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت سے) قطع کر دے گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

ابو قابوس: یہ اسم غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب عجمہ اور علمیت موجود ہیں۔ اور یہ ابو قابوس حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

الراحمون یرحمھم الرحمن: رحم کرنے والے جو ہیں ان پر بے حد مہربان (اللہ) رحم کرے گا۔ یعنی جو لوگ زمین میں رہنے والے بنی آدم، حیوانات چرندے پرندے اور تمام چیزوں سے رحمت وشفقت، احسان اور ہمدردی کا سلوک کرتے ہیں تو انہی لوگوں پر اللہ تعالیٰ جو کہ بے حد مہربان ذات ہے، رحم کرے گا، یعنی ان کو اپنے احسانات وانعامات سے نوازے گا۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء تم زمین والوں پر رحم کرو، تم پر آسمان والا رحم کرے گا۔ پس جس طرح کہ آسمان وزمین کا فرق ہے، اسی طرح آسمان والے کا رحم وکرم بھی بندوں کے رحم وکرم کے

مقابلے میں بہت زیادہ اور وسیع وعریض ہوگا۔ یہاں بھی من فی الارض فرما کر عموم کا صیغہ استعمال کیا' علامہ ابن بطال فرماتے ہیں کہ اس سے مقصد یہ ہے کہ مخلوقات کے تمام اقسام کو شامل ہو کہ رحم کرے وہ نیک وبد' انسان و حیوانات اور وحوش طیور سب پر من فی الارض میں اگرچہ لفظ "مَن" ذوی العقول کے لئے استعمال ہوتا ہے۔لیکن مراد صرف ذوی العقول یعنی انسان نہیں بلکہ غیر ذوی العقول حیوانات وحوش طیور سب مراد ہیں۔ پس لفظ "مَن" کا استعمال ذوی العقول کو غیر ذوی العقول پر تغلیب کی بناء پر ہے۔ کیونکہ زمین پر رہنے والوں انسانوں اور حیوانات چرندوں پرندوں تمام چیزوں کے ساتھ رحمت اور شفقت کا برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوجاتا ہے' اور اس بندے کو اپنے احسانات اور انعامات سے نوازتا ہے۔

یرحمکم من فی السماء: یرحمکم کا صیغہ جواب امر ہونے کی بناء پر مجزوم ہے' یعنی رحم کرے گا تم پر وہ جو آسمان مین ہے۔

وجود باری تعالیٰ مکان کا محتاج نہیں:

من فی السماء سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔لیکن اس کا یہ مقصد نہیں ہے کہ آسمان اللہ تعالیٰ کے لئے ظرف اور مکان ہو بلکہ مقصد یہ ہے کہ آسمان چونکہ بلندی پر ہے لہذا من فی السماء اللہ تعالیٰ کے عالی شان ہونے سے کنایہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکان اور جہت سے منزہ ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور قدیم ہے اور مکان مخلوق ہے اور حادث ہے اور جس وقت اللہ تعالیٰ نے مکان کو پیدا نہ کیا تھا اس وقت بھی باری تعالیٰ موجود تھا۔ پس ثابت ہوا کہ وجود باری تعالیٰ کیلئے مکان کی حاجت نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے۔ یا من فی السماء سے مراد فرشتے ہیں۔ یعنی وہ فرشتے جو آسمان میں رہتے ہیں۔ اس اعتبار سے مطلب یہ ہوگا کہ تم زمین والی مخلوقات پر رحم کرو۔ آسمان والی مخلوق یعنی اللہ تعالیٰ کے فرشتے تم پر رحم کریں گے۔ اور فرشتوں کے رحم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس قسم کے بندوں کے لئے رحمت اور مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں' جیسا کہ آیت کریمہ میں ہے۔

الذین یحملون العرش ومن حوله یسبحون بحمد ربهم ویؤمنون به و یستغفرون للذین آمنوا ' ربنا وسعت کل شئی رحمة وعلماً فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقهم عذاب الجحیم۔

ترجمہ: وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور وہ جو عرش کے اردگرد ہیں' تسبیح بیان کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور اپنے رب پر ایمان لاتے ہیں اور بخشش طلب کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب تیری رحمت' اور علم ہر چیز کو وسیع ہے۔ پس تو بخش ان لوگوں کو جو توبہ کرتے ہیں اور تیرے دین (کے راستے) پر چلتے ہیں اور بچاؤ! ان کو عذاب جہنم سے۔ الرحم شجنه من الرحمن۔ شجنة اصل

میں درخت کی جڑوں یا شاخوں کو کہا جاتا ہے۔ جو کہ ایک دوسرے میں داخل ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو کر گچھا بن جاتے ہیں اور حاصل معنی یہ ہیں کہ رِحم مادر ایک ایسی قرابت ہے مختلف شاخوں والی جو کہ ایک دوسری سے ملی جلی ہیں اور ایک دوسرے سے خلط ملط ہیں اور بہت مشقت اور کوشش کے بغیر ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتیں گویا فطرتاً اللہ تعالیٰ نے اس میں جوڑ رکھی ہے توڑ کو قبول نہیں کرتا۔

من الرحمن یعنی اس قرابت کا نام (رحم) رحمٰن کے نام سے ماخوذ ہے۔ یعنی ان دونوں کے نام کا مادہ اشتقاق ایک ہے، پس اس کو رحمٰن سے تعلق ہے، کیونکہ رحم اور رحمٰن دونوں (رحمت) سے ماخوذ ہیں۔ اس وجہ سے جو شخص رحم کو قطع کرتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے منقطع ہو جاتا ہے اس لئے آخر میں فرمایا۔ فمن وصلها وصله الله، ومن قطعها قطعه الله ۔پس جس نے اس قرابت (رحم) کو ملا دیا اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے ملا دے گا۔ اور جس نے اس کو قطع کر دیا، اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت سے قطع کر دے گا۔

باب ماجاء فی النصیحة

خیر خواہی کا بیان

حدثنا بُندار ثنا صفوان بن عیسیٰ عن محمد بن عجلان عن القعقاع بن حکیم عن أبی صالح عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدين النصيحة ثلاث مرار قالوا یارسول الله لمن؟ قال لله ولكتابه ولأئمة المسلمين وعامتهم هذا حديث حسن صحيح. وفي الباب عن ابن عمر وتميم الداری وجرير وحكيم بن أبي يزيد عن ابيه وثوبان۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''دین خیر خواہی ہے'' تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ خیر خواہی کس لئے؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن) کے لئے، اور مسلم حکمرانوں کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابن عمر، تمیم داری، جریر بن عبداللہ حکیم ابن ابی یزید اپنے باپ سے اور حضرت ثوبانؓ سے روایات آئی ہیں۔

<u>نصیحت کیا ہے؟</u>

نصیحت ایک لفظ ہے جو کہ ان الفاظ اور کلمات کے لئے بولا جاتا ہے جن کے کہنے سے منصوح لہ کے لئے خیر کا ارادہ رکھا جاتا ہو، اور اس معنی کی ادائیگی کے لئے لفظ نصیحت کے علاوہ کلام عربی میں کوئی ایک کلمہ اور ایک لفظ ایسا نہیں

مل سکتا جو اس پورے معنی کو ادا کر سکے۔ اور نصیحت اور نُصح کا معنی اصل میں خلوص ہے۔ نیز کہا جاتا ہے' یہ لفظ "نصح الرجل ثوبہ" سے ماخوذ ہے۔ یعنی اس شخص نے پھٹے ہوئے کپڑے سی دیئے تو گویا ناصح (نصیحت کرنے والے) کا یہ فعل جو کہ وہ منصوح لہ (جس کی خیر خواہی کی جاتی ہے) کے صلاح اور خیر کا فکر کر رہا ہے' اس کی تشبیہ دی گئی ہے۔ پھٹے ہوئے کپڑوں کو سی دینے سے' یعنی جس طرح کہ کپڑے کو سینے سے اس کا عیب اور فساد دور ہو جاتا ہے اور اس کی حالت درست ہو جاتی ہے' اسی طرح ناصح بھی منصوح لہ کے خیر اور صلاح کی کوشش کرتا ہے۔ اور عیب اور نقص سے اس کو بچانے کی فکر کر رہا ہے۔ اور اس کے حاصل معنیٰ کو ہم خیر خواہی سے تعبیر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لئے خیر خواہی:

اللہ تعالیٰ کے لئے خیر خواہی کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا' اور اللہ تعالیٰ سے کسی قسم کا شرک نہ کرنا' کمال اور جلال کی کل صفات کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرنا' اور عیب اور نقصان کی تمام صفات سے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے لئے دشمنی کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے تابعداروں سے دوستی کرنا اور اس کے نافرمانوں سے دشمنی کرنا اور اس کے ساتھ کفر کرنے والوں سے جہاد کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنا اور تمام احکامات میں اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا۔

اور حدیث میں جو خیر خواہی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کی گئی ہے حقیقت میں یہ بندہ کی طرف راجع ہے کہ یہ درحقیقت خود اپنے نفس کی خیر خواہی ہے اور اس خیر خواہی کا سارا فائدہ خود اس ناصح کو ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہر ناصح کی خیر خواہی سے بے پرواہ ہے۔

قرآن کریم کی خیر خواہی:

اللہ تعالیٰ کی کتاب کی خیر خواہی یہ ہے کہ یہ ایمان رکھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے۔ اور کوئی بھی اس طرح کلام پیش کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ نیز اس کی تعظیم کرنا اور اس کی تلاوت کا حق ادا کرنا اور قرآن کریم کے حروف کو صحیح ادا کرنا اور حسنِ قرأت کرنا۔ اور محرفین کی غلط تاویلات کو قرآن کریم سے دور کرنا۔ قرآن کریم میں مذکور تمام احکامات کی تصدیق کرنا۔ قرآن کریم کے احکامات کا علم حاصل کرنا اور اس پر عمل کرنا۔ علوم قرآن کی نشر و اشاعت کرنا اور اس کی طرف لوگوں کو دعوت دینا وغیرہ۔

رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی:

ترمذی کی اس حدیث میں اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی کا ذکر نہیں' لیکن امام ترمذی نے اس باب میں حضرت تمیم داری کی روایت کا بھی حوالہ دیا ہے اور تمیم داری کی روایت مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے' اور اس روایت میں

"ولرسولہ" کا اضافہ بھی ہے۔ اس وجہ سے مناسب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی سے متعلق بھی چند جملے کہے جائیں: پس رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی رسالت کی تصدیق ہو جائے۔ جو کچھ بھی آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان سب پر ایمان لانا۔ آپ ﷺ کے دشمنوں سے دشمنی کرنا۔ آپ ﷺ کے دوستوں سے دوستی کرنا۔ آپ ﷺ کی تعظیم وتکریم کرنا۔ آپ کے طریقوں اور سنتوں کو زندہ کرنا۔ آپ کی دعوت کو پھیلانا۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت کی نشر واشاعت کرنا۔ آپ ﷺ کے اخلاق سے آراستہ ہونا۔ آپ ﷺ کے اصحاب اور اہل بیت سے محبت کرنا۔ آپ کی سنتوں کو چھوڑ کر بدعات نکالنے والوں سے اور آپ کے صحابہ کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے کنارہ کشی اختیار کرنا وغیرہ چیزیں آپ ﷺ کی خیر خواہی کا حصہ ہے۔

مسلم حکمرانوں کی خیر خواہی:

مسلم حکمرانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق کی باتوں میں ان کی معاونت کرنا اور حق میں ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا' اور ادب اور نرمی کے ساتھ ان کو حق بات کی طرف ترغیب اور تنبیہ دینا۔ اور علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی خیر خواہی میں سے یہ بھی ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھو' ان کی معیت میں جہاد کرو' ان کو صدقات اور زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اگر ان کی طرف کوئی ظلم یا سوء معاشرت ظاہر ہو جائے تو ان کے خلاف تلوار اٹھا کر ان پر خروج نہ کرو۔ اور ان کی جھوٹی مدح سرائی کر کے ان پر ان کا معاملہ برباد نہ کرو۔ اور ان کے لئے صلاح کی دعا کرو۔ نیز اولوالامر کی تعظیم اور ان کا ادب واحترام لازم ہے۔ اور ہر وہ کام جو کہ اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ ہو اس میں مسلم حکمرانوں کی اطاعت کرنا لازم ہے۔

اسلام میں اپوزیشن کا تصور نہیں ہے:

جمہوری طرز حکومت (جو کہ فی الحقیقت اسلام اور مذہب کے خلاف وضع ہوئی ہے) اس میں پارلیمنٹ کا ایک حصہ' اپوزیشن' حزب اختلاف ہوا کرتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ حزب اقتدار کی ہر اس بات کو ٹکرا کر رد کر دے جو کہ حزب اختلاف کے سیاسی مقاصد کے خلاف ہو' بلکہ بسا اوقات صرف نام ونمود اور عوام میں شہرت حاصل کرنے کے لئے یا حکومت کو تنگ کرنے اور ان کے لئے مشکلات پیدا کرنے کے لئے حکومت کے فیصلوں کے خلاف شور شرابا کرتے ہیں۔ جلسے جلوس نکالتے ہیں' حکومت اور حکمرانوں کے خلاف توہین آمیز نعرے لگاتے ہیں۔ اور اگر اس سلسلے میں پولیس اور انتظامیہ کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے تو مار پیٹ پکڑ دھکڑ اور قید وبند کی تمام تکالیف کو برداشت کرنے پر فخر کیا جاتا ہے۔ اور گویا جمہوریت کی ترقی کا راز انہی چیزوں میں مضمر ہے۔ حالانکہ یہ تمام چیزیں شریعت مقدسہ میں ممنوع اور ناجائز ہیں پس جس طرح کہ مغربی جمہوریت میں حکمران کا طرز انتخاب ہی غلط ہے اور اسلامی اصول کے خلاف ہے اسی طرح اپوزیشن کا تصور بھی سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف اور غلط ہے۔

اسلام کا نظام حکومت:

اسلام کے صحیح اجتماعی نظام کی شکل یہ ہے کہ حکومت شورائیت پر مبنی امارت وخلافت کی صورت میں قائم ہو اور پورے عالم اسلام ایک ہی امیر کو منتخب کر کے اس کی امارت کو قبول کرے اور یہی امیر تمام مسلمانانِ عالم کے لئے واجب الاطاعت ہو۔ قرون مشہو دلھا بالخیر میں یہی صورت قائم تھی۔ اور جب تک یہ نظام برقرار تھا امت مسلمہ کو ساری دنیا کی قیادت کا مقام حاصل رہا۔ اسلام کی عملی بالادستی قائم رہی' لیکن جب کہ مسلمانوں کی عملی اور نظریاتی پستی کی وجہ سے اور طاغوتی قوتوں کی سازشوں سے نظام خلافت درہم برہم ہو گیا۔ اس وقت سے مسلمانوں کا تنزل شروع ہوا اور مسلمانوں میں گروہ بندی' فرقہ واریت اور انتشار جڑ پکڑ گئی۔ افتراق اور لامرکزیت کی وجہ سے امت کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور پھر مغربی جمہوریت نے' جسے مسلمانوں نے لاشعوری طور پر مفید سمجھ کر خوشی سے قبول کرلیا ہے' اس گروہ بندی اور فرقہ واریت کو مسلمانوں کے اندر خوب مستحکم کر دیا۔ اور اسی جمہوریت کے ثمرات یہ ہیں کہ نہ تو حکمران اور ارباب اقتدار لوگوں نے رعیت کا حق پہچانا اور نہ عوام نے حکمران کا' حکمران طبقہ' انتقامی سیاست کا رویہ اختیار کرتا ہے۔ اور پارٹی کے مفادات کو سامنے رکھ کر حکومت چلاتا ہے۔ مفاد پرستی اور اقرباء پروری کر کے جماعت المسلمین سے خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔ اور حزب اقتدار سے وابستہ لوگ ہر جائز و ناجائز میں حکمرانوں کی ہاں میں ہاں ملا دیتے ہیں اور اللہ کی صریح نافرمانی میں بھی پوری فراخدلی سے ان کا ساتھ دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف حزب اختلاف حکومت کے جائز فیصلوں سے بھی اپنے مفادات یا خواہشات کے خلاف سمجھ کر حکم عدولی کرتا ہے۔

اس کے برعکس اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ ایک مرتبہ جب کوئی شخص امیر اور حکمران قرار پائے خواہ جبر وتغلب سے کیوں نہ ہو' تمام رعیت پر اب اس کا حکم ماننا لازم ہے۔ اس میں حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا فرق نہیں ہاں اگر حکمران اللہ تعالیٰ کی معصیت کا حکم کرے تو کسی کے لئے بھی اس کا ماننا جائز نہیں۔ لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق" (الحدیث) یعنی اللہ کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں اور علماء وصلحاء کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ حکمرانوں کو خوف والٰہی یاد دلائیں اور لطف ونرمی سے انہیں تنبیہ کریں اور ظلم ومعصیت سے ان کو باز رکھنے کی کوشش کرے۔ اور موقع کی مناسبت سے ان کے سامنے کلمہ حق کہنے سے بھی جھجک محسوس نہ کرے۔ کیونکہ یہ بہترین جہاد ہے۔

عامة المسلمین کی خیر خواہی: عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کی خیر اور صلاح کی طرف ان کی رہنمائی کرے۔ مسلمانوں کے جان و مال و آبرو کی حفاظت کرے' جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہو وہ ان کے لئے بھی پسند کرے۔ ان کو بھلائی کا حکم دے اور برائی سے ان کو روکے۔ ان کے ظالم کو ظلم سے روکے اور ان کے مظلوم کی مدد کر کے مظلومیت سے بچائے۔

حدثنا محمد بن بشار ثنا یحییٰ ابن سعید عن اسماعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم عن جریر بن عبد الله قال: بایعت النبی ﷺ علی أقام الصلوة و إيتاء الزكوة و النصح لكل مسلم. هذا حديث حسن صحيح

ترجمہ: حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی ہے' نماز کی پابندی سے ادائیگی پر زکوٰۃ ادا کرنے پر' اور ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

علی اقامۃ الصلوۃ اس اِقامہ کے آخر سے تاء اضافت کے وقت تطویل کی وجہ سے حذف کی گئی ہے۔

اقامۃ الصلوۃ سے مراد پابندی اوقات کے ساتھ ساتھ تمام شروط اور آداب کالحاظ رکھتے ہوئے نماز ادا کرنا ہے۔

بیعتؔ: صحابہ کرامؓ سے جناب نبی کریم ﷺ کا مختلف احکام میں بیعت لینا ثابت ہے۔ مثلاً ایمان لانے پر بیعت لینا' جہاد کرنے پر بیعت' نیز نماز کی پابندی' زکوٰۃ کی ادائیگی' ترک منکرات پر اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی وغیرہ کے امور پر بیعت لینا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بزرگان دین میں اصلاح نفس کے لئے کسی متبع سنت اور عالم شریعت شیخ کامل سے بیعت کرنے کا جو سلسلہ چلا آ رہا ہے یہ مشروع اور مستحسن ہے' بلکہ اصلاح نفس کے لئے ضروری ہے۔ لیکن جاہل اور گمراہ پیروں سے بچنا لازم ہے کہ وہ اصلاح کی بجائے مریدوں کو گمراہی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

ایک نصیحت آموز واقعہ:

اس حدیث کے ذیل میں محدثین حضرات نے راوی حدیث کا ایک عجیب واقعہ ذکر کیا ہے کہ حدیث کے راوی حضرت جریر بن عبداللہؓ نے ایک مرتبہ اپنے غلام کو گھوڑا خریدنے کے لئے بازار بھیجا۔ غلام نے تین سو دراہم میں ایک عمدہ گھوڑا خریدا۔ اور اس گھوڑے کے مالک (بائع) کو حضرت جریر بن عبداللہؓ کے پاس لے آیا تاکہ آپؓ اس کو گھوڑے کی قیمت ادا کر دیں۔ جب وہ حاضر ہوئے تو جریر بن عبداللہؓ نے اس شخص سے کہا کہ تیرے گھوڑے کی قیمت تین سو دراہم سے زیادہ ہے۔ آپ راضی ہیں اس پر کہ میں تم سے یہ گھوڑا چار سو دراہم پر خریدوں؟ اس نے کہا کہ یہ تو آپ کی طرف سے احسان ہوگا' پھر انہوں نے کہا کہ یہ گھوڑا اس سے بھی زیادہ قیمت کا ہے۔ میں اس کو پانچ سو دراہم پر خریدوں گا۔ اسی طرح سو سو دراہم کا اضافہ کرتا رہا اور وہ صاحب اس پر راضی ہوتا رہا' یہاں تک کہ آٹھ سو دراہم تک پہنچ گیا اور گھوڑے کا مالک اس پر راضی ہو گیا۔ تو آٹھ سو دراہم ادا کر کے گھوڑا خریدا۔ جب آپ سے پوچھا گیا کہ تو نے ایسا کیوں کیا (کہ مالک کی مرضی سے گھوڑا تین سو پر مل رہا تھا اور آپ نے خود اس پر پانچ سو درہم کا اضافہ کر کے آٹھ سو دراہم پر خرید لیا؟) تو آپؓ نے جواب میں فرمایا: انی بایعت رسول الله ﷺ علی النصح لكل مسلم یعنی میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہر مسلمان کے لئے خیر خواہی کرنے پر بیعت کی ہے۔